



زکوٰۃ کے مصارف اور عصری مسائل

مفتی محمد رفیق الحسنی

زکوٰۃ اور عشر کے مستحق جن کو زکوٰۃ کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور ان کے علاوہ کسی دوسرے کو زکوٰۃ کا مال دیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، ان مصارف کا قرآن مجید میں ذکر کیا گیا ہے (سورۃ توبہ: آیت ۶۰)

”انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفي الرقاب والغرمین وفي سبیل اللہ وابن السبیل فريضة من اللہ واللہ علیم حکیم“

ترجمہ: بے شک صدقات و زکوٰۃ تو انہی لوگوں کے لئے ہیں جو فقراء اور مساکین اور جو اسے حاصل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام کی الفت دی جائے اور غلام آزاد کرنے اور قراضداروں کو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض ہے اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے۔

زکوٰۃ کے مستحقین آٹھ لوگ ہیں۔ (۱) فقراء (۲) مساکین (۳) عامل (۴) مکاتب (۵) مؤلفۃ القلوب (۶) مدیون (۷) فی سبیل اللہ اور (۸) ابن السبیل (مسافر)۔ اور خمس کے مصارف کا ذکر سورۃ انفال آیت ۴۱ میں موجود ہے جو کہ فقہ کی کتابوں میں جہاد کے ابواب میں ذکر کیا گیا ہے جو لوگ غنیمت کے مستحق ہیں وہی لوگ معاون اور کنوز میں خمس کے مستحق ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ان کا ذکر کیا جائے گا۔

پہلا مصرف: فقیر

فقیر زکوٰۃ کا مستحق ہوتا ہے، فقیر وہ شخص ہے جو مال نامی کے نصاب سے کم مقدار کا مالک ہو یا مال نامی کے نصاب کا مالک ہو مگر وہ نصاب دین میں غرق ہو۔ (در مختار رد المحتار)

مال نامی سے مراد نقد و اور تجارت کے اموال ہوتے ہیں۔ فقیر سے مراد وہ ہے جو مذکورہ تین مالوں

میں سے اور حاجۃِ اصلیہ سے زائد کسی دوسرے مال سے دوسورہم (ساڑھے باون تولے ۶۳۶.۱۲۸ گرام چاندی) کی مالیت کے مال کا مالک نہ ہو۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ نصاب کے دو قسم ہیں: ایک نصاب وہ ہے جس کی وجہ سے نصاب کے مالک پر زکوٰۃ واجب ہو اور دوسرا نصاب وہ ہے جس کی وجہ سے نصاب کے مالک پر قربانی اور صدقۃ الفطر اور قریبی محرم لوگوں کا نفقہ واجب ہو اور وہ زکوٰۃ کا مصرف نہ ہو اور اسے زکوٰۃ لینا حرام ہو مگر اس پر اپنے مال کی زکوٰۃ بھی واجب نہ ہو۔

نصاب موجب زکوٰۃ مال نامی کا وہ نصاب ہے جو دین سے خالی ہو مثلاً سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے اور مال تجارت کا نصاب ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کا ہوتا۔ ان تینوں اموال کے نصاب کے مالک پر قربانی اور صدقۃ الفطر اور قریبی محرم لوگوں کا نفقہ کے علاوہ زکوٰۃ بھی واجب ہوتی ہے۔

دوسرا نصاب مال کا وہ نصاب ہے جو مالی نامی کا نصاب نہ ہو یعنی مذکورہ تین اموال میں کسی کا کامل نصاب نہ ہو بلکہ اس کی قیمت نصاب بنتی ہو یا حاجتِ اصلیہ سے زائد غیر نامی مال کا نصاب ہو کہ اس کی مالیت چاندی یا سونے کے نصاب کی مالیت کے برابر ہو اور وہ مال حاجاتِ اصلیہ کے اموال سے نہ ہو اور دین سے خالی ہو ایسے نصاب کے مالک پر زکوٰۃ تو واجب نہیں ہوتی کیونکہ زکوٰۃ کا تعلق تحقیقاً یا تقدیراً مال نامی کے ساتھ ہوتا ہے مگر ایسے شخص پر زکوٰۃ لینا حرام ہوتا ہے ایسا آدمی غنی کہلاتا ہے فقیر نہیں ہوتا اس لئے اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہوتا ہے۔

مثلاً کسی شخص کے ملک میں استعمال اور زینت کے لئے یا قوت یا زمرہ اور دیگر قیمتی جواہر موجود ہیں جن کی قیمت میں چاندی کا ایک نصاب یا متعدد نصاب بن سکتے ہیں مگر یہ جواہر تجارت کے لئے نہیں ہیں وہ غنی ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ چونکہ جواہر مال نامی نہیں اس لیے ان کے مالک پر ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی مگر ایسے آدمی پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

رد المحتار میں ہے:

”والحاصل ان النصاب قسمان موجب للزکوۃ وهو النامی الخالی عن الدین وغير موجب لہا وهو غیرہ فان کان مستغرقاً بالحاجۃ لمالکہ اباح اخذہا والا حرمہ ووجب غیرہا من صدقۃ الفطر والاضحیۃ ونفقۃ القرب المحرم کما فی البحر وغیرہا“ (ص: ۲۸۴/۳)

☆ اترك المستقبل منى ياتى مولائهم بالفداء انا اصلمت بملك صلح غرك. ☆

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ نصاب کی دو قسمیں ہیں ایک موجب زکوٰۃ اور وہ مال نامی کا نصاب ہے جو دین سے خالی ہوتا ہے اور دوسرا نصاب جو زکوٰۃ کو واجب نہ کرے وہ نصاب مال نامی کے نصاب کا غیر ہے اگر وہ مال مالک کی حاجت میں مستغرق ہو اسے زکوٰۃ لینا مباح ہے اگر حاجت سے زائد مال کا نصاب بنتا ہے اسے زکوٰۃ لینا حرام ہے اور وہ نصاب واجب کرتا ہے زکوٰۃ کے غیر صدقۃ الفطر اور قربانی اور قرسیٰ محرم کے نفقہ کو جیسا کہ بحر الرائق اور اس کے غیر میں مذکور ہے۔

معلوم یہ ہوا وہ غنی جس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے اور اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے وہ شخص ہوتا ہے جس کے ملک میں حاجت اصلیہ کے علاوہ کوئی مال دوسرے ہم کی مالیت کا موجود ہو جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

دودھ دینے والی گائے یا بھینس حاجت اصلیہ میں داخل نہیں ہے۔ جس شخص کے ملک میں دودھ دینے والی گائے یا بھینس موجود ہو جس کی قیمت دوسرے ہم ہو ایسی گائے یا بھینس کے مالک کو زکوٰۃ لینا حرام ہے اور اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے اور تیل حاجت اصلیہ میں داخل ہیں اس لئے ان کا مالک زکوٰۃ لے سکتا ہے۔

غنی کے مقابلہ میں جس فقیر کا ذکر کیا جاتا ہے وہ شخص ہے جس کے ملک میں حاجت اصلیہ کے علاوہ دوسرے ہم مالیت کا کوئی مال موجود نہ ہو اس فقیر کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب نہیں ہوتی۔ یعنی غنی کی دو قسمیں ہیں: ایک غنی جس پر زکوٰۃ اور قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے۔ دوم غنی جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی مگر قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے اور اسے زکوٰۃ دینا اور اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ اور فقیر ان دو کے ماسوا کو کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ اس آدمی کو بھی فقیر سمجھتے ہیں جس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی مگر قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں فقیر کا اطلاق مسکین کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے اور فقہاء نے فقیر کی تعریف یہ فرمائی: ”ھومن لہ ادنیٰ شیء“ اور مسکین کی تعریف فرمائی: ”من لاشیء لہ“ یعنی فقیر وہ ہے جس کے ملک میں کچھ مال ہو اور مسکین وہ ہے جس کے ملک میں کچھ نہ ہو۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے: ”او مسکینا ذامتر بہ“ (البلد: ۱۳) یا مسکین جو تراب والا ہے یعنی جس نے کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے گڑھا کھود کر اپنی جلد اور ستر کوٹی سے چھپایا ہوا ہے۔ (شامی)

زکوٰۃ کے وجوب میں غنی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو مال نامی میں سے کسی مال کے نصاب کا مالک

ہو اور اس کا نصاب دین سے خالی ہو۔ (خلاصہ درمختار اور رد المحتار ۳/۲۸۳)

ایک تولہ سونے کے مالک پر قربانی اور فطر واجب ہے:

جیسا کہ غنی کی تعریف میں گذر چکا ہے موجودہ زمانہ میں اگر کسی آدمی کے پاس ایک تولہ سونا ہو جس کی قیمت دوسودرہم کے مساوی بنتی ہے اس پر قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہوگا اگرچہ زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ صدقۃ الفطر اور قربانی کے وجوب کے لئے دوسودرہم کی مالیت کے مال کا ہونا لازم ہے زکوٰۃ کے نصاب کا ہونا لازم نہیں۔ اسی طرح اگر کسی آدمی کے ملک میں حیوانات سائتمہ میں سے ایک اونٹ یا ایک بھینس یا گائے یا متعدد مکریاں موجود ہیں اگرچہ حیوانات سائتمہ کا اپنا نصاب نہیں ہے اور اس جانور یا جانوروں کی قیمت دوسودرہم یا زائد بنتی ہے تو اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے اور زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

آج ایک گائے یا بھینس ملک میں ہو تو بھی قربانی اور فطر واجب ہے:

غلط فہمی کا ازالہ: بعض علماء سمجھتے ہیں آدمی کے ملک میں زکوٰۃ کے تین اموال میں سے کوئی مال زکوٰۃ کے نصاب تک نہ پہنچتا ہو اس پر جس طرح زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب نہیں ہوتی۔ مثلاً وہ علماء کہتے ہیں جس آدمی کے پاس دودھ والی یا سائتمہ بھینس موجود ہے اور اس کی قیمت دوسودرہم چاندی یا اس سے زائد ہے یا ایک یا دو تولہ سونا موجود ہے اور اس سونے کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا زائد ہے اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب نہیں ہوگی علماء کا یہ قول غلط ہے کیونکہ بھینس یا گائے حاجتِ اصلیہ میں داخل نہیں دودھ والی بھینس اور گائے حیواناتِ علوفہ سے ہو یا سائتمہ ہو یا تجارت کے لیے ہوتیں صورتوں میں اس کی دوسودرہم چاندی قیمت ہونے پر صدقۃ اور قربانی واجب ہوگی۔

حیوانات میں حیواناتِ علوفہ اور سائتمہ یا تجارتی حاجتِ اصلیہ میں داخل نہیں ہوتے حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ علوفہ اگر اپنے نصاب یا نصاب سے زائد ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور سائتمہ کا اگر نصاب موجود ہے ان کی زکوٰۃ مالک پر واجب ہوتی ہے لیکن دونوں میں سے کسی کی مالیت اگر چاندی کے نصاب کے برابر ہے تو وہ شخص غنی ہوگا زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہوگا اور صدقۃ الفطر اور قربانی اس پر واجب ہوگی اور وہ حیوانات جو بار برداری یا کاشت کاری کے لئے ہوتے ہیں وہ

لَا مَاضِيَ فَلَت وَمَا زُجِبَ مَاتَ مُلْكًا ۖ لَمْ يَحْتَمِلْ النَّاسُ الْإِسْمَ غَيْرَ لَوْ كُنْ جَلِيسَ بَيْتِكَ يَوَقُّبُ عَلَى نَتْلِكَ وَكَفَلَ مِنَ الْخِطَالَةِ. ☆

حاجت اصلیہ میں داخل ہوتے ہیں صدقۃ الفطر اور قربانی اور زکوٰۃ کے وجوب میں ان کا اعتبار نہیں ہوتا اسی طرح صرف ایک یا دو تولہ سونا کے مالک پر زکوٰۃ تو واجب نہیں ہوگی مگر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہوگی شرعاً ایسا آدمی غنی ہے زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوگا اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (خلاصہ کتب فقہ)

غنی عامل اور مسافر کا حکم:

عامل (زکوٰۃ جمع کرنے والا) اور مکاتب اور مسافر غنی بھی ہوں زکوٰۃ کے لئے مصرف ہوتے ہیں مگر مسکین اور مدیون اور فی سبیل اللہ کا مصداق مجاہد ہو یا حاجی جو بھی ہو زکوٰۃ کا مصرف اس وقت ہوتا ہے جب غنی نہ ہو فقیر ہو یعنی ان میں فقیر ہونا شرط ہے۔ (رد المحتار ص: ۲۸۳/۳)

دوسرا مصرف مسکین:

مسکین زکوٰۃ کا مستحق ہوتا ہے مسکین وہ شخص ہے جس کی مالی حالت فقیر سے بھی کم تر ہو اور قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے سفر کے تذکرہ میں کشتی والوں کو مسکین اس لئے کہا گیا شاید کشتی والے ملاح مزدور تھے کشتی کے مالک نہیں تھے یا کشتی ان کے پاس عاریۃ تھی یا بطور ترمیم انہیں مسکین کہا گیا اور نہ زکوٰۃ کے استحقاق کے لئے مصرف وہ مسکین ہوتا ہے جس کے پاس حاجت اصلیہ کی اشیاء بھی نہ ہوں یا نصاب سے کم ہوں۔

تیسرا مصرف عامل:

عامل سے مراد سامعی اور عاشر ہوتا ہے سامعی وہ شخص ہوتا ہے جس کو حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کرے، قریہ قریہ جاکر زکوٰۃ کے جانور جمع کر کے بیت المال کے متولی کے پاس لے آئے۔ آج بھی فقراء کے لئے بنائے گئے اداروں کے متولیوں کی جانب سے سفیر اور نمائندے متمول لوگوں اور سرمایہ داروں کے پاس جاکر زکوٰۃ جمع کرنے کا کام کرتے ہیں..... زکوٰۃ جمع کرنے والا سفیر بھی عامل ہوتا ہے اور عاشر وہ شخص ہوتا ہے جو حکومت کی جانب سے تجارتی راستوں پر مقرر ہوا اور گزرنے والے تاجروں سے مال تجارت کی زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور ہو۔

موجودہ دور میں سامعی اور عاشر کا رواج ختم ہو چکا ہے بعض اداروں کی جانب سے سفیر مقرر کئے جاتے ہیں وہ اپنے ملک اور دوسرے ملکوں سے مدرسہ یا فقراء کے لئے قائم اداروں کے لئے زکوٰۃ جمع کرتے

ہیں یہ سفیر بھی عامل کے حکم میں ہوتے ہیں ان کو عرف کے مطابق متولیوں کی جانب سے زکوٰۃ کے مال سے اجرت دینا جائز ہے اور یہ بھی زکوٰۃ کا مصرف ہیں۔ عامل کا مصرف ہونا قرآن سے ثابت ہے ایسا شخص اپنے کام اور عمل کی وجہ سے زکوٰۃ کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ غنی ہو اسی طرح مدرسہ کا ناظم یا مہتمم جو مدرسہ سے تنخواہ نہیں لیتا یا اس کی تنخواہ حاجت سے کم ہوتی ہے وہ عامل کے حکم میں ہے وہ عرف کے مطابق بقدر کفایت زکوٰۃ کے اموال سے زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ (رفیق حسنی)

تنخواہ یا اجرت بقدر کفایت کا ذکر:

کفایت کا مفہوم بہت وسیع ہے ہر دور کے اخراجات اور تقاضے مختلف ہوتے ہیں اور ہر ناظم کے زیر کفالت اہل و عیال کے افراد بھی مختلف ہوتے ہیں خلفاء راشدین بھی زیر کفالت افراد کے حساب سے بیت المال سے وظیفہ لیتے تھے۔ آج اگر کوئی شخص زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اندرون ملک یا بیرون ملک سفر کرتا ہے اس کے لئے دستیاب سواری جانے والے کی حیثیت اور سفر کی کیفیت کے مطابق جہاز ریل اور ٹرانسپورٹ ہو سکتی ہے مثلاً پاکستان سے بیرون ملک جانے والے سفیر یا ناظمین حضرات جہاز کے ذریعے جائیں گے پھر وہاں قیام ہوٹل میں لازم ہو تو جہاز اور ہوٹل اور خورد و نوش کے اخراجات لاکھوں میں جا کر بنتے ہیں اسی طرح اپنے گھر کے افراد کی کفایت معاشرہ میں رہنے والے افراد کے لیول کے مطابق رکھنا بھی مناسب ہوتا ہے بچوں کی تعلیم کے اخراجات اور گھریلو اخراجات ماہانہ ہزاروں میں جا کر بنتے ہیں دنیاوی اسکولوں کے ادنیٰ ٹیچر جو اسکول کو صرف چار یا پانچ گھنٹے وقت دیتے ہیں ان کی ماہانہ تنخواہوں کا تناسب بیس ہزار سے لاکھوں روپے تک ہوتا ہے جب دنیاوی تعلیم کے لئے مختصر وقت دینے والوں کی اجرت کا یہ تناسب ہے تو دینی تعلیم دینے والوں کی تنخواہیں اور پھر مدرسوں کے لئے کل وقت وقف کرنے والے ناظمین کی تنخواہیں اور آمد اور رفت کے لئے کرایہ کی گاڑی کے اخراجات ہزاروں میں ہو سکتے ہیں۔ ان حضرات کے لیے مدرسوں کے فنڈ سے حسب رواج اور عرف و دیانتداری سے مناسب اخراجات اور تنخواہیں وصول کرنا جائز ہے اور اگر کسی ادارہ کا متولی یا ناظم زکوٰۃ اور صدقات جمع کرنے کے لئے یا ادارہ میں رہائش پذیر فقراء کی دیکھ بھال کے لئے وقت نہیں دیتا وہ تو ایہ اور نظامت کے عمل کا معاوضہ نہیں لے سکتا اور اگر متولی یا عامل کے پاس جمع شدہ زکوٰۃ کی رقم ہلاک ہو جائے تو متولی یا عامل اپنے عمل کے معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا جس طرح

☆ اَلْكَوْنُ بِنِسْبَةِ عَلٰی النِّظَامِ فَعَلَيْكَ بِالنَّزِيْبِ فِیْ مَلْبَسِكَ وَبِیَّتِكَ وَبِمَكْنَبِكَ وَوَجْهِكَ. ☆

مضاربہ کا مال ہلاک ہو جائے تو مضارب کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ عامل جمع کردہ زکوٰۃ میں سے عمل کے مطابق اجرت کا حق دار ہوتا ہے جب زکوٰۃ کا مال ہلاک ہو گیا تو اجرت جو زکوٰۃ کے مال کا حصہ تھی وہ بھی ہلاک ہو گئی۔ (رد المحتار: ۳/۲۸۴)

مدرسہ کے ناظم کی تنخواہ کا حکم:

اگر مدرسہ یا فقراء کے کسی ادارہ کا ناظم یا متولی مدرسہ یا ادارہ کی دیکھ بھال اور رہائش پذیر طلباء اور فقراء کے انتظامی امور کی نگرانی کرتا ہے اور اس کا معاوضہ لیتا ہے اسے عرف اور رواج کے مطابق ماہانہ تنخواہ لینا چاہیے۔

عامل اور سفیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ غیر ہاشمی ہو کیونکہ زکوٰۃ فنڈ سے عامل کی اجرت میں صدقہ اور زکوٰۃ ہونے کا شبہ ہے لہذا زکوٰۃ کی وجہ سے مناسب ہے عامل ہاشمی کو تنخواہ زکوٰۃ کے فنڈ سے نہ دی جائے بلکہ دوسرے فنڈ سے دے دی جائے زکوٰۃ فنڈ سے دینا مکروہ ہے حرام نہیں (رد المحتار)

اور اگر کوئی ہاشمی یا سید کسی مدرسہ کا ناظم یا مدرس میں مدرس اور ملازم ہو اس کو زکوٰۃ فنڈ سے تنخواہ دینا جائز ہے کیونکہ مدرسہ کے فنڈ سے تنخواہیں مدرسہ میں زیر تعلیم زکوٰۃ کے مستحقین طلباء اور طالبات کی جانب سے دی جاتی ہے گویا طلباء اور طالبات اپنے مال سے تنخواہیں دے رہے ہیں اور یہ تنخواہیں حدیث ”لہا صدقۃ ولنا ہدیۃ“ (سیدہ بریرہ کے لیے صدقہ ہے اور اس کی طرف سے ہمارے لیے ہدیہ ہے) کے تحت جائز ہوں گی۔

بیت المال کا عامل اور مدارس کا سفیر غنی بھی ہو سکتا ہے۔ غنی اپنے عمل اور وقت صرف کرنے کی اجرت لیتا ہے لہذا ہاشمی کی طرح غنی کے لئے یہ کرامت نہیں کہ شبہ زکوٰۃ سے اجتناب کرے۔ (رد المحتار: ۳/۲۸۵)

مدارس کے سفیروں کو جمع کردہ زکوٰۃ سے پچاس فیصد دینا جائز ہے:

مدارس کے لئے مقرر سفیروں اور عاملوں کو فی صد کے حساب سے اجرت دی جاتی ہے کہ جمع کردہ زکوٰۃ سے مثلاً دس فیصد یا اس سے زائد اجرت دی جائے گی شرعاً معاہدہ میں عامل یا سفیر کے لیے سفری اخراجات کے علاوہ پچاس فیصد تک اجرت یا کمیشن طے کیا جاسکتا ہے اور چونکہ اس اجرت اور کمیشن کا تعلق جمع کردہ زکوٰۃ کے مال کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اگر زکوٰۃ کا مال ہلاک ہو جائے تو کمیشن بھی

ہلاک ہو جائے گا اور عامل اور سفیر کسی چیز کا مستحق نہیں رہے گا جب کل ہلاک ہو گیا تو اس کا جزء بھی ہلاک ہو گیا اور اگر جمع شدہ مال سے بعض ہلاک ہو گیا تو اس کا کافی صد بھی ہلاک ہو گیا۔ چنانچہ رد المحتار میں ہے:

(وقوله فيحتاج الى الكفاية) لكن لا يزداد على نصف ما قبضه كميأتي ولا يستحق

لو هلك ما جمعه لان ما يستحقه منه اجرة عمالته من وجه (الي) وانه يتعلق بالمحل

الذي عمل فيه فاذا هلك سقط حقه كالمضارب. ۱۰. (ص: ۲۸۳/۳)

ترجمہ: مصنف کا قول (فيحتاج الى الكفاية) کہ عامل کفایت کے لئے محتاج ہو گا لہذا اس کو زکوٰۃ سے

اجرت دینا جائز ہے لیکن حاصل کردہ زکوٰۃ کے نصف سے زائد نہ ہو جیسا کہ عنقریب آئے گا اور اگر جمع

شدہ زکوٰۃ کا مال ہلاک ہو جائے جس اجرت کا اسی مال سے عامل مستحق تھا تو اب مستحق نہیں رہے

گا کیونکہ جتنے مقدار کا مستحق تھا وہ اسی جمع شدہ مال میں اپنے عمل کی وجہ سے مستحق تھا اور وہ اس کے عمل

کی اجرت تھی (۲) اور اس اجرت کا تعلق اس محل کے ساتھ ہے جس محل میں اس نے عمل کیا جب وہ محل

یعنی مال ہلاک ہو گیا تو اس کا حق بھی ساقط ہو گیا جس طرح مضارب کا حق ہوتا ہے۔

در مختار میں ہے:

”فيعطى (تا) بقدر عمله ما يكفيه واعوانه بالوسط. الخ“ (ص: ۲۸۶/۳)

ترجمہ: عامل کو اس کے عمل کے تناسب سے دیا جائے جو اس کے (معاونین) اہل و عیال کے

لئے درمیانی سطح کے خرچ کے حساب سے ہو۔

اور شامی میں ہے:

”قوله بالوسط فيحرم ان يتبع شهوته في الماكل والمشرب لانه اسراف محض. الخ“

سفیر پر حرام ہے کہ کھانے اور پینے کی چیزوں میں اپنی خواہشات کی اتباع کرے کیونکہ یہ محض اسراف ہے۔

عامل کو ملنے والے حصہ کو فقہاء عمالہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں جس کا مفہوم فی صدا اجرت ہوتی ہے ہم

اپنی زبان میں اسے کمیشن کہتے ہیں چنانچہ شامی میں ہے:

”ولا يستحق لو هلك ما جمعه لان ما يستحقه منه اجرة عمالته من وجه كما مر قال في

المعراج لان عمالته في معنى الاجرة“ (ص: ۲۸۵/۳)

ترجمہ: اور عامل طے شدہ حصے کا مستحق نہیں ہو گا اگر جمع شدہ مال ہلاک ہو جائے اس لئے کہ وہ جس

حصہ کا مستحق تھا وہ اس مال میں تھا وہ اس کے من وجہ اعمالہ کی اجرت تھا جیسا کہ گذرا معراج کے مصنف نے کہا اس لئے کہ اس کا اعمالہ (کمیشن) اجرت کے معنی میں ہوتا ہے۔

کمیشن کا حکم:

معلوم ہوا کمیشن لینا اور دینا جائز ہے بشرطیکہ کسی عمل کے معاوضہ میں ہو گویا کمیشن عامل کے عمل کی اجرت ہوتی ہے اور اگر کوئی عمل نہ ہو تو کمیشن لینا اور دینا دونوں حرام اور ناجائز ہیں جیسا کہ آج کل میڈیکل اسٹور یا جنرل اسٹور والے ڈاکٹروں اور سپلائی کرنے والے لوگوں کو کمیشن فقط اس لئے دیتے ہیں کہ وہ مرلینوں اور اہل حاجت کو ان کے اسٹوروں پر ادویہ اور اشیاء خریدنے کے لئے بھیجتے ہیں۔

کسی کام کے لئے وقت دینا اور انتظار کرنا بھی عمل بلکہ اہم عمل ہے جیسا کہ دفاتروں میں کاروبار ہوتے ہیں ایک آدمی کسی کام کے لئے بیٹھا ہوتا ہے تاکہ اس کا کام ہو جائے، بلٹیاں چھڑانا اور اشیاء وصول کرنا وغیرہ کے لیے بھاگ دوڑ اور وقت دینا ہوتا ہے لہذا وقت کی اجرت بھی عمل کی اجرت کی طرح جائز ہے۔

عامل یا سفیر کے کمیشن کی رقم عرف کے مطابق ہونا ضروری ہے کرائے اور سفر کے اخراجات کے علاوہ اہل و عیال کی کفالت کے لیے پچاس فی صد تک کمیشن سفیروں کو دینا جائز ہے لیکن اگر پچاس فیصد کمیشن سفیر کے شخصی اخراجات سے بھی کم ہوں چھ جائیداد اس کے اہل و عیال کی کفایت کرے تو کمیشن پچاس فیصد سے زائد بھی دینا جائز ہے یہ اسراف نہیں ہوگا۔ (رفیق حسنی)

مدرسہ کا فنڈ ہلاک ہو جائے تو مدرسین کی تنخواہیں ساقط نہیں ہوتیں:

فیصد حصہ اجرت یا کمیشن اور تنخواہ میں فرق ہے کہ جمع شدہ مال کے ہلاک ہونے سے فیصد ہلاک اور ساقط ہو جائے گا مگر تنخواہ ساقط نہیں ہوگی کیونکہ تنخواہ کا تعلق عمل کے ساتھ ہوتا ہے، مال کے ساتھ نہیں ہوتا۔ (محمد رفیق حسنی)

چوتھا مصرف مکاتب:

عبد مکاتب بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے اور آیت میں ”فی الرقاب“ سے یہی عبد مراد ہے۔ مکاتب عبدی امتہ وہ آدمی یا عورت ہوتی ہے جو اپنے مولیٰ (مالک) کے ساتھ عقد مکاتبت کرتے ہیں کہ آپ اتنی رقم کے معاوضہ میں ہمیں آزاد کریں۔ اگر مالک قبول کر لے، عبد مکاتب کہلاتا ہے وہ ذات اور رقبہ کے لحاظ سے مملوک ہوتا ہے مگر یہ اور قبضہ اور تصرف کے لحاظ سے آزاد ہوتا ہے وہ جو کچھ کسب کرتا ہے اس

کا وہ مالک ہوتا ہے مگر مالک مستقر نہیں ہوتا اگر کسب سے حاصل مال کی وجہ سے وہ غنی بھی ہوا سے زکوٰۃ دینا جائز ہے وہ بدل کتابت ادا کرنے تک زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اسے بدل کتابت میں بلکہ دوسری ضروریات میں زکوٰۃ خرچ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ زکوٰۃ کی شرط تملیک ہے کہ مستحق کو مالک بنادیا جائے اور مکاتب کا مستحق ہونا قرآن سے ثابت ہے اور وہ مالک بھی بن سکتا ہے اس لئے تملیک تحقق ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (درمختار۔ ص: ۲۸۶/۳)

اگر مکاتب کسی ہاشمی کا عبد ہو تو اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں جب ہاشمی کے آزاد کردہ غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے تو مکاتب کو بطریق اولیٰ زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مکاتب جب رقبۃ اور ذات میں مولیٰ (مالک) کا ملک ہے من وجہ زکوٰۃ مولیٰ کے لئے واقع ہوگی اور ہاشموں کے حق میں زکوٰۃ کے شبہ کا حکم حقیقۃ والا ہوتا ہے شامی میں ہے:

”والشبهة معتبرة في حقه للكرامة بخلاف الغني“ (ص: ۲۸۷/۳)

یعنی اور زکوٰۃ کا شبہ ہاشمی کے حق میں اس کی کرامت اور عزت کی وجہ سے معتبر ہے بخلاف غنی کے۔

اگر مکاتب بدل کتابت دینے سے عاجز ہو گیا اس کے پاس جمع زکوٰۃ اس کے مولیٰ کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اس کے غنی مولیٰ کے لئے حلال ہوگی کیونکہ زکوٰۃ مکاتب کے ملک سے غنی کے ملک کی طرف منتقل ہوئی ہے اور تبدل الملک بمنزلۃ تبدل العین ہوتا ہے اور حکم بدل جاتا ہے۔ شامی میں ہے:

”وتبدل الملک بمنزلۃ تبدل العین وفي الحديث الصحيح وهو لها صدقة ولنا هدية“ (ص: ۲۸۷/۳)

ترجمہ: اور ملک کی تبدیلی بمنزلۃ عین کی تبدیلی کے ہوتی ہے اور صحیح حدیث میں ہے (وہ صدقہ سیدہ بریرہ کے لئے) صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

صرف زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ کا مستحق ہونا لازم ہے:

وہ فقیر جو زکوٰۃ وصول کرنے کے وقت فقیر تھا بعد میں غنی ہو گیا اور مسافر زکوٰۃ وصول کرتے وقت مسافر تھا پھر اپنے مال تک پہنچ گیا ان کے لئے وصول کردہ زکوٰۃ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ زکوٰۃ لیتے وقت استحقاق ضروری ہے شامی میں ہے:

”لان المعتمد في كونه مصرفا هو وقت الدفع وكذا يقال في ابن السبيل

“(ص: ۳۰/۲۸۷)

کیونکہ مصرف ہونے میں معتبر زکوٰۃ دینے کا وقت ہے اسی طرح مسافر میں کہا جائے گا۔

طالب علم غنی بھی ہو زکوٰۃ کا مستحق ہوتا ہے:

عامل کے لئے زکوٰۃ لینے کے جواز کی علت اس کا زکوٰۃ وصول کرنے کا عمل ہے اگرچہ وہ غنی ہو زکوٰۃ لے سکتا ہے اس علت کی بنیاد پر واقعات نامی کتاب میں مذکور اس فتویٰ کو تقویت ملتی ہے کہ طالب علم کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی ہو بشرطیکہ علم کے افادہ اور استفادہ کے لئے طالب علم اپنی ذات کو وقف کر دے کیونکہ وہ کسب اور مزدوری نہیں کر سکتا اور حاجات کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے ضروری مال ہونا چاہیے لہذا غنی طالب علم بھی غنی مسافر اور غنی عامل کی طرح زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں میں نے جامع الفتاویٰ میں دیکھا انہوں نے لکھا مبسوط میں ہے اس آدمی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں جو نصاب کا مالک ہے مگر طالب علم اور غازی اور منقطع الحاج کو کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے:

”يجوز دفع الزکوۃ لطالب العلم وان كان له نفقه اربعين سنة“ (ص: ۳۰/۲۸۵)

یعنی طالب علم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کے پاس چالیس سال کا نفقہ موجود ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں یہ حکم فقہاء کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہے لہذا زیادہ قابل اعتماد بات یہ ہے کہ طالب علم کے لئے بھی فقیر ہونا شرط ہے۔

آج کل دین کے طالب علم بہت کم لوگ ہیں اور بعض طالب علم شادی شدہ اور بچوں کے کفیل ہوتے ہیں اگر وہ کاروبار شروع کر دیں تو یقیناً نہیں پڑھ سکیں گے اس لئے اگر آج حدیث شریف اور واقعات اور جامع الفتاویٰ کی روایات پر فتویٰ دیا جائے تو غیر مناسب نہیں ہوگا۔ (محمد رفیق حسنی)

پانچواں مصرف مقروض:

زکوٰۃ کے لئے پانچواں مصرف وہ مقروض ہے جو دین کی مقدار سے زائد کسی مال کے نصاب کا مالک نہ ہو درمختار میں ہے:

”ومديون لا يملك نصابا فاضلا عن دينه“ (ص: ۳۰/۲۸۹)

ترجمہ: اور مدیون جو ایسے نصاب کا مالک نہ ہو جو اس کے دین سے زائد ہو۔

نصاب سے مراد مطلق نصاب ہے کہ مال نامی کا نصاب ہو یا حوائج اصلیہ سے زائد مال کی مالیت نصاب

کے مساوی ہو یعنی غنی ہو لہذا وہ مدیون جو زمین کی مقدار وضع کرنے کے بعد غنی نہیں رہتا وہ زکوٰۃ کا مصرف ہے اور ظہیر یہ میں ہے مدیون کو زکوٰۃ دینا فقیر کو دینے سے افضل ہے کیونکہ مدیون زیادہ محتاج ہے۔ اگر کسی شخص کے قرضے ڈوب اور پھنس گئے ہیں، قروض سے واپس نہیں لے سکتا اگرچہ قرضوں کی رقم نصاب یا نصاب سے زائد ہو اور اس کے ملک میں قرضوں کے علاوہ اتنا مال نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ غنی ہو تو وہ بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے اگرچہ مدیون اور قرضوں کے مالک ہونے کی نسبت سے وہ غنی ہے اس کی مثال مسافر غنی کی ہے جس کے پاس مال نہیں ہوتا، مال غائب ہوتا ہے۔ (در مختار ص: ۳/۲۸۹) مدیون کے مصرف ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ مدیون ہاشمی نہ ہو کیونکہ ہاشمی مدیون کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ گذرا۔

چھٹا مصرف فی سبیل اللہ:

زکوٰۃ کا چھٹا مصرف فی سبیل اللہ ہے۔ امام محمد کے نزدیک فی سبیل سے مراد مجاہدین ہیں جو نفقہ کے ہلاک یا سواری کے ہلاک ہو جانے کی وجہ سے فقیر ہو گئے ہیں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے تاکہ وہ لشکر اسلام کے ساتھ جا کر جہاد کریں۔ امام ابو یوسف نے فرمایا فی سبیل اللہ سے منقطع الحجاج مراد ہیں کہ نفقہ یا سواری ہلاک ہو جانے کی وجہ سے حج کرنے سے اسے محروم ہونے کا خطرہ ہے اور بعض علماء نے فرمایا فی سبیل اللہ سے مراد طالب علم ہیں جب وہ محتاج اور فقیر ہوں۔ بہر صورت فی سبیل اللہ سے جو بھی مراد ہو سب میں فقیر ہونا شرط ہے اس اختلاف کا شرع و وصیت یا اوقاف میں ظاہر ہوگا کہ اگر کسی نے وصیت یا وقف میں فی سبیل اللہ کا کلمہ استعمال کیا تو مراد کیا ہوگا حاجی یا غازی یا طالب علم۔ مذکورہ تین اقوال سے ایک کو ترجیح دی جائے گی۔ زکوٰۃ میں تینوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہوگا کیونکہ سب کے لیے فقیر ہونا شرط ہے۔ (در مختار: ص: ۳/۲۹۰) للفقراء میں چونکہ لام تملیک کے لئے ہے اس لئے فی سبیل اللہ سے مراد افراد ہوں گے کیونکہ مالک ہونے کا تصور افراد میں ہو سکتا ہے مطلق رفاہی کام مراد نہیں ہوں گے کیونکہ رفاہی کاموں میں تملیک نہیں ہو سکتی۔ لہذا مساجد اور یلوں اور مسافر خانوں پر زکوٰۃ خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی جیسا کہ عنقریب ذکر کیا جائے گا۔

ساتواں مصرف مسافر:

آیت کریمہ میں ابن السبیل سے مراد مسافر ہے کیونکہ راستہ مسافر کے لئے لازم ہوتا ہے اس لئے

ابن السبیل یعنی راستہ والا کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا مصرف وہ مسافر ہوتا ہے جس کے ملک میں مال کے نصاب یا نصاب سے زائد کا مقدار تو ہو مگر اس کے ساتھ سفر میں نہ ہو اور اسے سفر میں اپنے مال پر تصرف کی قدرت حاصل نہ ہو مسافر وطن میں نہ ہو یا وطن میں ہو اور اس کے دیون اور قرضے لوگوں پر واجب ہوں مگر لینے کی قدرت نہ ہو کیونکہ ایسا شخص اگر چہ غنی ہوتا ہے مگر مال قبضہ میں نہ ہونے کی وجہ سے اسے اسے مال پر تصرف کی قدرت نہیں ہوتی لہذا مسافر بالفعل فقیر ہوتا ہے اور حاجات بالفعل موجود ہوتی ہیں اس لئے اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مسافر قرض لے کر حاجت پوری کرنے کی کوشش کرے اگر قرض نہ ملے تو زکوٰۃ لے سکتا ہے اور جب اپنے مال پر قادر ہو جائے حاصل کردہ زکوٰۃ صاحب مال کو واپس کرنا یا اتنی مقدار فقراء پر صدقہ کرنا ضروری نہیں جس طرح فقیر جب غنی ہو جائے اور مکاتب جب عاجز ہو جائے تو انہیں زکوٰۃ دہندہ کو حاصل کردہ زکوٰۃ واپس کرنا لازم نہیں اور نہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح مسافر کے پاس حاجت سے زائد فسخ جانے والی زکوٰۃ کا صدقہ کرنا واجب نہیں۔ (رد المحتار: ج ۳/۲۹۰)

اگر سوال کیا جائے کہ فی سبیل اللہ سے حاجی یا غازی مراد ہیں جس کے پاس مال نہیں رہا ختم ہو گیا یا ہلاک ہو گیا اگر حاجی یا غازی فقیر ہیں تو فقیر کے اقسام میں داخل ہیں اور اگر غنی ہیں تو مسافر میں داخل ہیں لہذا یہ دونوں ایک مصرف ہیں تو مصرف کے سات اقسام کس طرح ہوں گے۔

جواب: غازی اور حاجی فقیر ہیں مگر حاجی اور مجاہد اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے اور اپنے قافلہ سے منقطع ہونے کی وجہ سے مطلق فقیروں کا غیر شمار ہوں گے اس لئے اقسام سات بنیں گے۔ (ص ۳/۲۹۰)

وہ شخص بھی مسافر کے حکم میں ہے جس کا کل مال مینعادی دین (موجل) ہے اور اپنی حاجات کی کفایت کے لئے اس کے پاس مال نہیں رہا یا اس آدمی کا دین ایسے آدمی پر ہے جو غائب ہے۔ اگرچہ غائب پر دین حالی اور غیر مؤجل ہے اس قسم کے آدمیوں کو بقدر حاجت زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ حاجات کی کفایت کے لئے ان کے پاس مال نہیں اور دین مؤجل اجل سے پہلے نہیں مل سکتا اور غائب سے وصول کرنا ممکن نہیں اس لئے ان کو طول اجل اور غائب کی واپسی تک زکوٰۃ لینا جائز ہے اور یہ شخص مسافر کے حکم میں ہے۔ (شامی: ج ۳/۲۹۰)..... (جاری ہے)